بسلسلہ انسداد ارتداد و اشاعت اسلام

قرآن مجید کے

دیوانی قوانین

مؤلفہ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب سلیم وکیل ہنم کنڈہ

جنکو

حسن نظامی دہلوی نے تبلیغی رفیقوں کے لئے

ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ھ - اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء میں

چھپوایا اور شائع کیا

کارکن حلقہ مشائخ دہلی سے منگائیے

مطبوعہ آرمی ویٹری پریس فیض بازار دہلی

تعداد طباعت ۲۰۰۰ قیمت آٹھ آنہ

تنبیہ

قرآن مجید کے دیوانی قوانین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ رسالہ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب سلیم وکیل ہنم کنڈہ۔ ورنگل نے جناب نواب محمد نواز جنگ بہادر افسر اعلیٰ پولس حضور نظام کی فرمائش سے لکھا تھا، اسواسطے اس میں قوانین ملک حضور نظام کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

مگر انگریزی ملک کے قوانین بھی اسی کے قریب قریب ہوتے ہیں اسواسطے ہر علاقہ کے مسلمانوں کو اس رسالہ سے فائدہ ہوگا۔ اسواسطے میں نے سلسلہ تبلیغ میں شریک کرکے شائع کردیا۔

اس کی آمدنی سلسلہ تبلیغ میں خرچ ہوگی اور یہ رسالہ مفت بھی تقسیم کیا جائیگا صرف اُن کو جن کی نسبت تبلیغی رفیق مستحق ہونے کی سفارش کریں۔

راقم

حسن نظامی

ساکن درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ دہلی

صفر ۱۳۴۴ھ

فہرست مضامین

اگر مضامین کے اعتبار سے قرآن کریم میں تلاش کرنا ہو تو فہرست مندرجہ ذیل دیکھ سکتے ہیں :۔

مومن کو زانیہ سے نکاح کی ممانعت	سورۂ نور رکوع ۱
مہر کے احکام	سورۂ بقرہ رکوع ۳۱۔ سورۂ نساء رکوع ۱ و ۴۔ سورۂ احزاب رکوع ۶۔ سورۂ نور رکوع ۱۴
نکاح کے احکام	سورۂ نساء رکوع ۱ و ۴ و سورۂ مائدہ رکوع ۱۔ سورۂ نور رکوع ۴ و سورۂ احزاب رکوع ۵ و ۶۔
نکاح کے بعد طلاق اور رجعت اور خلع کے احکام	سورۂ بقرہ رکوع ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱۔ و سورۂ نساء رکوع ۳ و ۱۹ و سورۂ طلاق رکوع ۱
حکم ایلاء	سورۂ بقرہ رکوع ۲۸
ظہار کا حکم	سورۂ مجادلہ رکوع ۱
وصیت کے احکام	سورۂ بقرہ رکوع ۲۲ و ۳۱

قرآنی قوانین دیوانی کی تشریح

معاملات دیوانی میں عموماً پانچ امور کا وقوع میں آنا ضروری سمجھا جاتا ہے

سب سے پہلے معاہدات[1] یعنی فریقین میں معاہدہ ہوتا ہے مثلاً بیع کا یا رہن کا یا حوالہ یا کفالہ یا ضمانت وغیرہ کا۔

جب[2] معاہدہ کا ایفا کسی ایک فریق کی جانب سے نہیں ہوتا ہے تو نوبت دعوے کی آتی ہے پس دوسرا امر دعویٰ ہے۔

تیسرا[3] امر دفع دعویٰ (جسکو قانون میں جواب دعویٰ کہتے ہیں)

چوتھا[4] امر شہادت ہے۔ بغیر شہادت کے مقدمہ کا انفصال نہیں ہو سکتا۔ دار مدار مقدمات کا شہادت پر ہوتا ہے۔

پانچواں[5] امر فیصلہ کرنا ہے حاکم کا۔

یہی پانچ ضروری امر قابل ذکر تھے، مقنن اعظم نے ان پانچوں امور کی نسبت بہت صراحت سے تاکید کے ساتھ قانون وضع فرمایا اور اپنے قانون میں اصولی امر بیان کر کے باقی امور کو بمنواے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ رسول صلعم کے احکام اور بادشاہ کے قوانین کے ماتحت کر دیا۔ اس فرمان سے کہ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت کرو اپنے بادشاہ کی" بندگان خدا پر لازم ہے کہ اول اطاعت کریں اللہ کے قوانین کی (اللہ کے قوانین قرآن کریم میں موجود ہیں) دوسرا درجہ اطاعت کا یہ ہے کہ رسول صلعم کی اطاعت کریں اور وہ کل قوانین جو رسول صلعم کے ارشاد فرمائے ہوئے تھے حدیثوں میں ہیں۔

تیسرے درجہ میں قوانین سلطانی ہیں جو خاص بادشاہ یا بادشاہ کے حکم سے مجلس وضع قوانین نافذ کرتی ہے۔

آیۃ مذکورۂ بالا میں جو اولی الامر کا لفظ آیا ہے اُس سے کیا مراد ہے۔ اسکی صراحت میں نے "قرآنی قوانین فوجداری" میں کردی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ کے احکام متعلق امور فوجداری درج ہیں اور اس کتاب کے باب دوم میں صفحہ ا و ۲ پر بھی صراحت کردی ہے۔

پانچ امور جنکا ذکر میں نے اوپر فقرہ (۱) میں کیا ہے منجملہ اُن کے پہلا امر معاہدات سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام متعلق معاہدات فصل معاہدہ میں درج کئے گئے ہیں۔

امر دوم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد عام ہے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ "تم اپنے آپس کے مال ناحق مت کھاؤ (جھوٹ کہکر یعنی ناحق) اور نہ پہنچاؤ اُن کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ مال لوگوں کے (دغا بازی کرکے) گناہ سے"۔

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے قطعاً حکم دیدیا ہے کہ جھوٹے دعوے ناحق کرکے اپنے آپس کے مال مت کھاؤ اور حاکموں کو رشوت نہ دو اور رشوت دے کر اپنے موافق فیصلہ کرانے کی کوشش نہ کرو، جو لوگ جھوٹے دعوے اور ناحق دعوے کرتے ہیں وہ اللہ کے گنہ گار ہیں۔

تیسرا امر دفع دعویٰ یعنی جوابدعویٰ ہے۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے تو اسکا جواب کس طرح دینا چاہیئے اُسکا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ (سورہ حم سجدہ) "نیکی اور برائی مساوی نہیں ہوتیں۔ دفع کر برائیوں کو اچھے طریقہ سے تاکہ وہ شخص جس سے تیری اور اُسکی دشمنی ہے (تیرا) دل سوز دوست ہوجائے"۔ سبحان اللہ! کیا اچھا اصول ارشاد

فرمایا گیا ہے کہ نیکی آخر نیکی ہی ہے اور برائی ہر حالت میں برائی ہے یہ ضرور نہیں ہے کہ کوئی شخص برا کام کرے تو ہم بھی برا کام کریں۔ فرض کرو اگر کسی نے دعویٰ جھوٹا کر دیا ہے تو ضرور نہیں کہ ہم بھی جواب دعویٰ جھوٹا دیں، اگر اس جھوٹے دعوی کا جواب ہم راستی سے دیں تو ممکن ہے کہ ہماری راستی کا اثر اس شخص کے دل پر ہو جس نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور ممکن ہے کہ وہ ہمارے ساتھ دوستی کا برتاؤ کرے اور ہمارا دوست صادق ہو جائے۔ وہ اصول جو کتاب قرآنی قوانین فوجداری میں بیان کیا گیا ہے کہ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ "برائی کا بدلہ برائی ہے" اور فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ "جو کوئی تمہارے اوپر ظلم کرے تو تم بھی اس پر مثل اسی کے زیادتی کرو جیسی کہ تمہارے اوپر زیادتی کیگئی ہے" اس آیۃ کے اصول سے جدا ہے وہ اصول اسوقت متعلق ہونگے جبکہ حالت ایسی ہو کہ ہم کو اپنے جان اور مال کی حفاظت کے لئے فوراً بدلہ لینا ضروری ہو اور بغیر اپنا حق حفاظت خود اختیاری نافذ کئے جان یا مال معرض خطر میں ہو۔ اور اس آیۃ میں جو دفع دعویٰ اور برائی کے دفع کرنے کے لئے نیک طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ علیحدہ مصلحت پر مبنی ہے۔ یہ وہ موقع ہوتا ہے کہ فوراً برائی کا بدلہ مثل اسی برائی کے انتقاماً نہ لیا جائے تو جان یا مال معرض خطر میں نہیں پڑجاتا، مثلاً کسی نے جھوٹا دعویٰ عدالت میں کر دیا ہے تو ہم کو موقع حاصل ہے کہ ہم سچائی کے ساتھ جواب دہی کر کے حاکم سے فیصلہ کرائیں اور ممکن ہے کہ ہماری سچی جوابدہی کا اثر مدعی پر پڑے اور وہ ہمارا دوست ہو جائے۔ اسی لئے ارشاد ہوا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (دفع کرو برائی کو بہتر طریقہ سے) "برائی کو دفع کرنے کے لئے جو طریقہ بہتر ہو" یہ الفاظ خود بتلا رہے ہیں کہ اگر برائی کو فوراً دفع نہ کیا جائے تو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ مثلاً ایک شخص ہمارا ہاتھ مروڑ کر ہمارے ہاتھ کی انگوٹھی نکال لینی چاہتا ہے تو ہمارے لئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ہم اپنی انگوٹھی کے لئے اسکے ہاتھ کو

بھی مروڑ دیں یا اُسکے ہاتھ پر ایسی ضرب لگائیں کہ وہ ہم سے ہماری انگوٹھی نہ لے سکے تو اس حالت میں ہم بھی ایک بُرا کام کرتے ہیں لیکن وہی طریقہ ہمارے لئے اُسوقت کے لحاظ سے بہتر طریقہ ہے۔ بخلاف اسکے اگر ایک شخص کوتوالی میں جا کر یہ خبر دے کہ زید بکر کو اُسکے مکان میں نقب کے ذریعہ سے داخل ہوکر مار ڈالنا چاہتا ہے اور بکر کو معلوم ہوجائے کہ زید نے میری نسبت ایسی جھوٹی خبر دی ہے تو بکر کو یہ حق اور اختیار نہیں ہے کہ زید کو جاکر مارے کیونکہ اس حالت میں زید کو مارنا بہتر طریقہ نہیں ہے بلکہ حالت کے اعتبار سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم حاکم سے رجوع ہوکر اُس غلط خبر کی پاداش میں زید کو سزا دلائیں اور یہی طریقہ زید کے لئے بہتر طریقہ ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ " بہتر طریقہ اس آیۂ شریفہ کے لحاظ سے کیا تھا اور موقع و محل کے لحاظ سے کونسا طریقہ احسن قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک امر تنقیح اور تصفیہ طلب ہے جو ہر مقدمہ کے حالات کے اعتبار سے قرار پائیگا۔

معاہدہ کی بنا پر جو دعویٰ ہوا کرتا ہے وہ اور دعوے کا دفع کرنا یعنی جواب دعویٰ تو بیان کر دیا گیا مگر ان کے تصفیہ کا دار و مدار شہادت پر آکر ٹھہرتا ہے اور یہ بہت ضروری چیز ہے جو منجملہ پانچ امور مذکورہ بالا کے یہ چوتھا امر ہے۔ خداوند عالم نے جو قرآن عظیم میں شہادت کے متعلق اپنے بندوں کو مواعظ حسنہ فرمائے ہیں اور بہت تاکید سے شہادت سچی دینے کی قرآن پاک میں اکثر جگہ تاکید فرمائی ہے۔

سورۂ معارج میں یہ ارشاد فرمایا وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۔" وہ لوگ جو اپنی سچی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کی جنت میں عزت کی جائیگی"

سورۂ طلاق میں ارشاد فرمایا وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ " اور دو گواہ آپس کے منصف مزاج (گواہی دینے کے لئے) مقرر کرلو اور

اپنی گواہی کو قائم کرو اللہ کے واسطے" (یعنی گواہ اللہ کو حاضر ناظر جان کر سچی گواہی دے)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَن تَعْدِلُوا ۔ (سورۂ نساء رکوع ۲۰) "اے ایمان والو! ہو جاؤ تم مضبوط انصاف کے ساتھ گواہی دینے میں واسطے اللہ کے اگرچہ ہو (وہ گواہی) خود تمہاری ذات کے لئے یا تمہارے والدین کے لئے یا تمہارے قرابتداروں کے لئے خواہ وہ دولتمند ہوں یا فقیر کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے بہتر ہے (جنکی رعایت کر کے جھوٹی گواہی کا ارتکاب کرتے ہو) پس انصاف کرنے کے معاملہ میں (اپنی) خواہشات (ذاتی) کی پیروی نہ کرو۔"

اب غیر مسلم لوگوں کو اسلام کے بے تعصب قانون کی خوبیوں پر غور کرنا لازم ہے کہ قانون اسلام نے مسلمانوں کو کیسی اچھی تعلیم دی ہے کہ گواہی خواہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہو یا مسلمانوں کی طرف سے دینی پڑے یا غیر مسلم کے مقابلہ میں یا غیر مسلم کی طرف سے ہر حالت میں انصاف سے گواہی دینے کی تاکید ہے۔ گواہی دینے سے خواہ اپنی جانوں کو نقصان پہنچتا ہو یا اپنے والدین کو یا قرابتداروں کو اور خواہ وہ دولتمند ہوں یا غریب دولتمندوں کی دولت کے لالچ اور (ان کی مروت سے اور (غریبوں کے افلاس کی وجہ سے ان پر رحم کر کے گواہی جھوٹی نہ دو، بہر حال گواہی سچی دو۔

اور اسی سورۃ میں فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ ۔ "اے ایمان والو! مضبوط ہو جاؤ تم اللہ تعالیٰ کی خاطر سچی گواہی دینے میں اور نہ برانگیختہ کرے تم کو بے انصافی کرنے کے لئے کسی قوم کی دشمنی۔ انصاف کرو (کہ انصاف کرنا اور حق بات بلا رو رعایت کہنا) پرہیزگاری سے بہت نزدیک کر دیتی ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔"

اس آیۃ شریفہ میں خاص طور پر تاکید ہے کہ مذہبی تعصب کو ادائے شہادت میں ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے ۔ کسی قوم کی عداوت کی وجہ سے گواہی دینے میں انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیئے ۔ ہر حالت میں گواہی سچی اور انصافانہ ہو ۔ پھر مکرر ارشاد ہوا اِعْدِلُوْا شہادت ادا کرتے وقت انصاف کرو ۔ خاص طور پر غیر مسلموں کو خیال کرنا چاہیئے کہ مذہب اسلام میں تعصب مذہبی کو دخل دینے کی کیسی ممانعت ہے ۔ جو غیر مسلم لوگ مذہب اسلام کے اصلی مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے مذہب اسلام پر اعتراض کردیا کرتے ہیں وہ لوگ کیسی غلطی کرتے ہیں ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۔ "گواہی کو مت چھپاؤ جو کوئی شہادت کو چھپائیگا اُسکا دل گنہگار ہے ۔" (یعنی سچی گواہی اور حق بات کے مخفی رکھنے والے کا دل اور ضمیر گنہگار ہوتا ہے)

اس آیۃ شریفہ کے بموجب واقعات سے واقف ہونے کے بعد جب ادائے شہادت کے لئے کوئی شخص طلب کیا جائے تو اُن واقعات کو قاضی کے روبرو بیان نہ کرنا اور شہادت کو چھپانا بھی اللہ کے فرمان کے بموجب جرم ہے لہذا شہادت کو ہرگز نہ چھپانا چاہیئے سچ اور صحیح واقعات عدالت میں بیان کردینے چاہئیں ۔ فرمان لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ "مت چھپاؤ تم لوگ اپنی شہادت کو" میں وہ لوگ بھی داخل ہوجاتے ہیں کہ جنھوں نے کسی کو جرم کرتے ہوئے دیکھا اور اُس جرم کو چھپایا اور جن کو اطلاع دینی ضرور ہے اُنکو اطلاع نہ دی ۔ مثلاً ایک شخص نے کسی بچہ کے ہاتھ سے کڑے چاندی یا سونے کے ایک ویرانہ میں نکال لئے اس واقعہ کو زید نے دیکھا اور ساکت ہوگیا نہ تو اُس نے پولس کو اطلاع دی اور نہ اُس بچہ کے وارثوں کو ۔ تو زید الفاظ فرمانِ قرآنی کی رو سے شہادت کے چھپانے کا ملزم سمجھا جائیگا ۔

اللہ کا ایک اور ارشاد سنئے لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ

"حق بات کو باطل (اور غلط) بات میں نہ ملاؤ اور حق بات کو نہ چھپاؤ" اس آیۃ میں بھی
حق بات کے چھپانے کی ممانعت ہے، جو بات سچی اور قابل اظہار ہو اور جسکے نہ ظاہر
کرنے سے کسی کا حق مارا جائے اور حق العباد سے متعلق ہو اُسکو نہ چھپانا چاہیئے۔ اس
اصول کے اعتبار سے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے لہذا کوئی فرد افراد انسان
کی جماعت کے مقابلہ میں اُس جرم کی بابت ذمہ دار جوابدہی سمجھا جاتا ہے۔ پس ہر وہ
شخص جو جرم کرے اپنے جرم کی بابتہ ذمہ دار ہے بلحاظ اسکے کہ جرم کے ارتکاب کو دیکھنے
والا بھی ایک فرد جماعت مدن کا ہے لہذا اُس کو حق ہے کہ وہ دوسرے افراد انسانی
مثلاً عہدہ داران سرکاری کو اُس جرم کی اطلاع کرکے جرم کے مرتکب کو سزا دلائے۔
اندریں صورت اگر کوئی شخص اپنے اس حق کو جو بطور فرض کے اخلاقاً اُسکو حاصل ہے
ترک کرے تو وہ خود اپنے فرائض اخلاق انسانی کو ادا نہ کرنے کی علت میں دوسرے
افراد انسانی جماعت مدن کے نزدیک ذمہ دار جوابدہی ہو جائیگا۔ اسی اصول کی بنا پر
جرم کو دیکھ کر چھپانا بھی جرم سمجھا جاتا ہے اور تیرہ سو سال پہلے ہی پروردگار عالم نے
اس اصول اور فرائض انسانی کو اپنے بندوں کی پابندی کے لئے ارشاد فرما دیا تھا
لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ " سچ کو جھوٹ سے نہ بدلو" ملاحظہ فرمائیے کیسا پاک فرمان
اور پُر معنی مضمون ہے۔ اس فرمان میں وہ سب افعال داخل ہو جاتے ہیں جو جعلسازی
اور تلبیس سکہ و اسٹامپ اور تلبیس شخصی کے جرائم کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور جھوٹی
گواہی بنانا بھی اسمیں داخل ہے۔ قرآن کریم میں ایسے احکام بکثرت ہیں جو ساری دنیا
اور ساری اقوام پر یکساں مؤثر ہوں۔ بعض احکام ایسے ہدایتی ہیں کہ وہ جسطرح
مدعی اور مدعیٰ علیہ سے متعلق ہیں وہی احکام گواہوں کے لئے بھی نصیحت بخش ہیں اور
وہی احکام قاضی اور حاکم کے لئے بھی ہدایت ہیں اور وہی عوام سے اور خاص لوگوں سے
یعنی امیر و غریب سب سے یکساں متعلق ہیں۔ غرض یہ ہے کہ یہ آیت بھی منجملہ انہی

آیتوں کے ایک آیہ ہے جو ہر قسم کی تلبیس سے متعلق ہو جاتی ہے اور جعلسازی اور جھوٹی گواہی دینا بھی اسی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عمرو نے ایک دستاویز لکھ کر ایک ہزار روپیہ زید سے قرض لیا۔ اب اگر زید دستاویز مذکور میں بجائے لفظ ایک ہزار کے دو ہزار بنالے اس نیت سے کہ کامل دو ہزار کا دعوی کر کے دستاویز کے لکھنے والے پر ڈگری حاصل کرے تو کہا جائیگا کہ اُس نے امر حق یعنی ایک ہزار کی رقم کو باطل طریقہ سے دو ہزار بناکر تلبیس کی اور اللہ تعالی کے حکم کے خلاف کیا۔ ایسا کرنا قانون کی رو سے بھی جعل کی تعریف میں داخل ہے اور جھوٹی شہادت بنانا سمجھا جائیگا۔

اب پانچواں امر غور طلب رہتا ہے یعنی فیصلہ کیونکر کرنا چاہیئے اور حاکم معاہدات کی بنا پر دعوی اور جواب دعوی پیش ہونے کے بعد شہادت پیش ہو چکے تو فیصلہ کس طرح کرے۔

قاضی کیسا ہونا چاہیئے اور اُسمیں کیسی صفتیں ہونی چاہئیں اور اُسکو کس طرح انصاف سے فیصلہ کرنا چاہیئے؟ ان سب باتوں کے لئے حدیث اور فقہ میں بہت شرح و بسط کے ساتھ احکام درج ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد اُن تمام حدیثوں اور فقہ کے مسائل کا اصل اُصول اور مخزن ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ فَاحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ "جب تم حکم کرو لوگوں میں تو حکم کرو انصاف کے ساتھ۔

اب غور فرمائیے کہ معاملات دنیا میں جو دیوانی قوانین کے تابع ہو جاتے ہیں اللہ تعالی کی کیسی سخت تاکید ہے کہ جب تم کوئی معاملہ کرو تو اُسکو ضبط تحریر میں لے آیا کرو اور گواہوں سے دستاویزات کو مکمل اور مضبوط کرالیا کرو۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ

فَلْيَكْتُبْ ج وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ
شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ
يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ
فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ
أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى ط وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ
إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ط ذٰلِكُمْ
أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ
تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا
وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۔" اے ایمان والو! جب تم معاملہ قرض کا کرو میعاد
مقررہ کے لئے تو لکھ لیا کرو اور تمہارے آپس کے معاملہ کو کوئی دوسرا لکھنے والا انصاف
سے لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اُسکو سکھایا ہے پس
اُس طرح لکھدے (مضمون) بتلائے (لکھوائے) وہ شخص جسپر دینا ہو (مدیون ہو) اور اپنے
اللہ سے ڈرتا رہے اور اُس میں کچھ کمی نہ کرے۔ پس اگر وہ شخص جسپر کہ حق ہو (یعنی مدیون)
بے سمجھ یا ضعیف ہو یا اُسکو استطاعت نہو وہ لکھوا نہ سکتا ہو تو اُسکا ولی لکھوائے انصاف
سے اور گواہ کرلو دو گواہوں کو اپنے مردوں میں سے۔ اگر دو مرد گواہ نہوں تو ایک مرد
اور دو عورتیں جنکو پسند کرو گواہوں سے تاکہ اگر اُن میں سے ایک بھولجائے تو دوسری
اُسکو یاد دلائے (کیونکہ عورتوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے) اور جب تم ادائے شہادت
کے لئے طلب کئے جاؤ تو شہادت دینے سے انکار مت کرو۔ اور مت سُستی کرو لکھنے
سے۔ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا جبکہ معاملہ ایک مدت معین کے لئے کیا جائے کہ یہ اللہ کے
نزدیک بڑے انصاف کی بات ہے اور بڑی مضبوطی کا باعث ہے واسطے گواہی
کے اور شبہات سے بچانے کے قریب تر ہے۔ مگر اُسوقت لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے

جبکہ تجارت ایسی ہو کہ اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے، اس صورت میں اگر معاہدہ نہ لکھواؤ تو کوئی گناہ نہیں تم لوگوں پر۔ اور جب بیع کرو تم تو گواہ کر لیا کرو۔" (سورۂ بقرہ رکوع ۳۹)

اب غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ حکم صاف دیدیا ہے کہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا جب کسی مدت معین کے لئے کیا جائے تو خواہ کیسا ہی معاملہ ہو رہن کا ہو یا بیع کا یا کفالت کا یا حوالہ کا غرض کہ جو معاملہ ایسا ہو کہ دست بدست نقد معاملہ نہ کیا جائے تو اُسکا لکھوانا ضرور ہے اگر اللہ کے حکم کے موافق عمل کیا جائے تو بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ فیصدی پچہتر مقدمات کا دائر ہونا کم ہو جائے بشرطیکہ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ پر عمل کیا جائے۔ ان الفاظ سے جو پروردگار عالم نے فرمائے ہیں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ جو معاہدات وقت اور میعاد معین کے لئے کئے جائیں چھوٹے بڑے سب مصدق ہو جائیں جن کو عرف حال میں رجسٹری کہتے ہیں۔

الغرض جو الفاظ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ آیۂ شریفہ مندرجہ فقرۂ بالا میں آئے ہیں اُس سے اشارہ اُن معاہدات کے مصدق کرانے کا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر پروردگار عالم مقنن اعظم کے کلام واجب الاحترام کے موافق ہر چھوٹے بڑے معاہدہ کو جو میعاد معین کے لئے فریقین کریں ضبطِ تحریر میں لاکر قواعد رجسٹری کی طرح كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ سے (اور وہ ظل اللہ وقت کے حکم سے مقرر ہو سکتا ہے) مصدق کرائے جائیں تو یقیناً فی صدی پچہتر دعوے بھی عدالت تک نہ آنے پائیں گے۔ اور جو جرائم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خلاف وقوع میں آیا کرتے ہیں اُن میں بہت کمی ہو جائیگی۔

جو مقدمات کہ بلا تعلق معاہدات کے پیدا ہوتے ہیں تو وہ بموجب منشاء آیۂ کریمہ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ "اور حکم کر اُن لوگوں کے درمیان جو کچھ کہ نازل ہوا اللہ کی طرف سے تجھ پر اور مت اتباع کر

اُن لوگوں کی خواہشوں کا"۔ اس ارشاد سے یہ مطلب صاف نکلتا ہے کہ اللہ کیطرف سے جو کچھ اُترا ہے اُسکی تعمیل کے لیئے اللہ نے اپنے رسول کو مخاطب فرما کر اپنے تمام بندوں کو حکم دیا ہے کہ بلا لحاظ خواہش بندگان خدا کے اللہ کے اُتارے ہوئے احکام کی تعمیل کیجائے چونکہ اللہ کا حکم ہے اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ہمکو اولی الامر کے احکام کی طرف رجوع کرنا لازم ہوجاتا ہے۔

بس اُن مقدمات میں جو بلا تعلق معاہدات کے پیدا ہوں احکام سلطانی کیطرف رجوع کرنا لازم آتا ہے۔ اور یہ ایسی آیۃ شریفہ ہے کہ اگر اسکو مخزن القوانین کہا جائے تو بجا ہے۔ قرآن کریم میں اور حدیثوں میں دوسرے احکام نہوتے تب بھی وَاَطِیۡعُوا اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ کی وجہ سے بادشاہ کے نافذ کئے ہوئے قوانین کی پابندی سب کے اوپر لازم قرار پاتی ہے۔

اس امر کے متعلق کہ حاکم کے فیصلہ کے بعد تعمیل کے لئے کیا طریقہ ہے یہ عرض ہے کہ اُسکے متعلق بھی تبعمیل فرمان اَطِیۡعُوا اُولِی الۡاَمۡرِ قوانین سلطنت کی طرف ہمکو رجوع کرنا چاہیئے۔ البتہ مجھے اس موقع پر یہ تبلانا ضرور ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے قانون قدرت میں نہایت مرحمت آمیز احکام صادر فرمائے ہیں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا "اللہ تعالی کسی آدمی کو تکلیف میں نہیں ڈالتا مگر بقدر اُس کی وسعت کے"۔ اسی اصول کے اعتبار سے فرائض اسلام میں بھی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اگرچہ ہر مسلمان پر فرض ہیں اور یہ چاروں ہمارے لئے ارکانِ اعظم ایمان کے ہیں مگر ان سب کی ادائیگی میں بھی بندگان خدا کی استطاعت ملحوظ رکھی گئی ہے بجز نماز کے کہ وہ کسی حالت میں معاف نہیں ہے کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکتے ہوں تو بیٹھ کر پڑھیں، بیٹھ کر نہ پڑھ سکتے ہوں تو لیٹے لیٹے پڑھیں یعنی اشاروں سے۔ مگر نماز پڑھیں اور ترک نہ کریں لیکن دوسرے فرائض میں ایسی سخت تاکید نہیں ہے۔ روزے رمضان کے اُس شخص پر فرض ہیں جو تندرست

ہو اور روزہ رکھ سکتا ہو۔ زکوٰۃ بھی صرف مالدار لوگوں پر فرض ہے عوام پر نہیں، حج بھی بمجوائے فرمان لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً اُسی شخص پر فرض ہے جو حج کرنے کی بلحاظ اپنی صحت اور مالی حالت کے استطاعت رکھتا ہو، غیر مستطیع لوگ جو بھیک مانگ کر حج کو جاتے ہیں وہ اللہ کے فرمان کے خلاف کرتے ہیں۔ اللہ نے جو آسانیاں انسان کے لئے رکھی ہیں اُن سے فائدہ نہ اُٹھانا اللہ تعالیٰ کے احسان کی ناشکری کرنا ہے۔ اللہ نے تو قرآن میں جابجا فرمایا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ "ہم کسی آدمی کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے" اور اسی لحاظ سے ارکانِ اسلام میں آسانیاں رکھی گئی ہیں تو خواہ مخواہ اللہ کے اس احسان کو فراموش کرکے بھیک مانگ کر حج کو جانا اور اس روپیہ سے ریل کی اور جہاز کی کمپنیوں کو فائدہ پہنچانا اور اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا بڑی غلطی ہے۔ وضو میں بھی پانی سے ہاتھ منہ دھونے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور وہ فرض ہے لیکن بیماری میں تیمم کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کسی کو ناقابل برداشت تکلیف نہیں دینا چاہتا اُسی اصول کی بنا پر غالباً یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص ادائے قرضہ کی استطاعت نہیں رکھتا اور فیصلہ قاضی کی تعمیل میں وہ قاصر ہے کہ جسقدر رقم کا اُسکے خلاف فیصلہ ہوا ہے اُس قدر رقم وقتِ واحد میں ادا نہیں کرسکتا تو اِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ "اگر کوئی تنگدست ہو تو انتظار کرنا چاہئے اُسکی فراخی تک" (یعنی خوش حالی کے زمانہ تک مہلت دینی چاہئے)

ملاحظہ فرمائیے کہ خداوند کریم کا کیسا مرحمت آمیز قانون ہے کسی نفس انسان کو اللہ تعالیٰ ایسی تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتا جسکا وہ متحمل نہیں ہوسکتا بخلاف اس کے قانون دنیاوی نے مدیونانِ ڈگری کے حق میں نہایت درجہ ناقابل برداشت سختیاں رکھی ہیں۔ تعمیل فیصلہ میں مدیون کے آل اولاد زوجہ کے گذرا وقات کے ضروری سامان

خانہ داری کو بھی ضبط اور نیلام کر دیا جاتا ہے اور خصوصاً اُن ڈگریداروں کی وجہ سے جنھوں نے سود پر سود لگا لگا کر ایک ایک کے چار چار کی ڈگریاں عدالت سے حاصل کر لی ہیں۔ گھروں کے گھر تباہ ہو جاتے ہیں اور جبکہ وہ ساہوکار جو سود سے روپیہ لوگوں کو دیا کرتے ہیں سودی روپیہ حاصل کرنے کے لئے اپنے طرز عمل سے خود محرک ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو اس خطرہ میں عمداً ڈالتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہم کو روپیہ اس مفلس شخص سے آیندہ حاصل نہو سکے جو کہ بحالت موجودہ ہی غیر مستطیع ہے تو ایسے ساہوکاروں کی ڈگریوں کی تعمیل میں گھر کا سارا اسامان ضبط کر لینا کہ جس سے مستفیض ہونے میں فطرتاً مدیوں کے اہل و عیال شریک اور حصہ دار ہیں سختی سے خالی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اسکے خلاف بھی بہت سی عقلی دلائل پیش ہو سکیں کہ جس ساہوکار نے ضرورت کے وقت میں روپیہ دیا اور ایک شخص کی ضرورت رفع کی اور پھر اُس نے حاکم سے فیصلہ بھی اپنے حق میں صادر کرا لیا باوجود فیصلہ حاصل کرنے کے محروم رہے۔ اور اس قسم کی بحثیں بادی النظر میں بھی بہت معقول معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر مدیون اور ساہوکار دونوں کی حالتوں کا مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صیغۂ تعمیل میں قانون نے جو سختیاں مدیوں کے حق میں روا رکھی ہیں وہ نہ صرف ذات مدیون تک موثر ہوتی ہیں بلکہ اُن کا اثر مدیون کے آل و اولاد پر بھی پڑتا ہے۔ اس موقعہ پر ایک واقعہ بڑا عبرت خیز لکھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ صیغۂ تعمیل کی سختیوں کا کیسا مضرت بخش نتیجہ نکلا۔

طاعون کی وجہ سے جب ایک ایک دن میں سیکڑوں آدمی شہر میں مر رہے تھے ایک مدیون نے جس کی ماہوار آمدنی سنوار روپیہ تھی اور ڈگری کی ادائگی میں پچاس روپیہ ماہانہ وضع ہونے کے بعد صرف پچاس روپئے مدیون کو ملا کرتے تھے عدالت میں درخواست دی کہ اسکے ساتھ اتنی رعایت کیجائے کہ تین ماہ تک اُسکی ماہوار آمدنی سے پچاس روپیہ کی قسط وضع نہ کی جائے تاکہ وہ اس روپیہ سے یہ انتظام کر سکے کہ کسی ایسے مقام پر باہر

چلا جائے جو طاعون سے مؤثر ہو اور قسط کی رقم سے وہ اپنے عیال کو باہر بھیجانے اور انکے خورونوش کا انتظام کر سکے۔ لیکن عدالت نے اس درخواست کو منظور نہ کیا اور مدیون مقام متاثرہ طاعون سے اپنے متعلقین کو لیکر باہر نہ جا سکا کیونکہ باربرداری سامان اور سواری کی گاڑی کا کرایہ دینے کو اُسکے پاس کچھ نہ تھا اور جو پچاس روپئے قسط کے اُسکو ماہانہ ملتے تھے وہ بھی ایک دوسرے بنئے کے پاس مکفول کر دئے گئے تھے جو ماہانہ غلہ وغیرہ دیدیا کرتا تھا۔ غرض اس بدنصیب مدیون نے اُس بنئے سے بھی بہت عاجزی کی کہ کچھ رعایت وہ کرے اُس نے بھی رعایت نہ کی اور مدیون متاثرہ مقام نہ چھوڑ سکا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ چند روز کے بعد اسکے گھر میں طاعون نے قدم رکھا اور یکے بعد دیگرے چھ آدمی اسکے گھر کے مر گئے۔

اس واقعۂ عبرت خیز سے معلوم ہوگا کہ خدا کے احکام کیسے رحم وکرم پر مبنی ہیں
اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (سورۂ بقرہ۔ رکوع ۳۸)

اس رسالہ میں وہی معاملات درج ہوئے ہیں جن کا فیصلہ احکام قرآنی کی بموجب ہو سکتا ہے، دوسرے وہ احکام جو قانون کی رو سے عدالتہائے قانونی میں پیش نہیں ہو سکتے وہ درج نہیں کئے گئے۔ ازانجملہ ایک مسئلہ سود کا بھی ہے، اگر اس غرض سے دیکھنا ہو کہ اللہ کے احکام سود کے متعلق کیا ہیں تو ملاحظہ کیجئے سورۂ بقرہ رکوع ۳۸۔ و آل عمران۔

وراثت ترکہ کے متعلق کل احکام اسمیں درج کر دئے گئے ہیں لیکن مولائے موالات کے احکام میں نے نہیں لکھے ہیں کیونکہ وہ بھی قانون کی رو سے ناقابل سماعت عدالت ہیں، اگر ضرورت ہو تو ملاحظہ فرمائیے سورۂ نساء رکوع ۵ و ۱ حصۂ آخر۔

حلف کے بعض احکام تو میں نے لکھے ہیں لیکن اُسکے کفارہ کے بعض احکام نہیں لکھے کیونکہ وہ بھی دنیوی معاملات سے غیر متعلق سمجھے گئے ہیں۔ ضرورت ہو تو ملاحظہ

ہو سورۂ مجادلہ رکوع ۱ و سورۂ مائدہ رکوع ۱۲۔

ترکہ کی تقسیم کے وقت قرابتداروں اور مساکین کا لحاظ بھی اللہ نے فرمایا ہے
چنانچہ ارشاد فرمایا وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ
فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۔ (سورۂ نسا رکوع ۱) اور جب
مال متروکہ تقسیم کرتے وقت قرابتدار اور یتیم اور محتاج آجایا کریں تو انھیں بھی اُس میں سے
کچھ دیدیا کرو۔ اور اُن سے نرمی سے بات کیا کرو۔ سورۂ نسا رکوع ۱

قرض حسنہ کے متعلق ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ رکوع ۳۲ و سورۂ تغابن رکوع ۲۔

سفیہ یعنی بے وقوف اور بے سمجھ لوگوں کے متعلق حکم ہے وَلَا تُؤْتُوا
السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ
اكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (سورۂ نسا رکوع ۱) اور تم اپنے مال
بے وقوفوں کو نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے ذریعۂ معاش کیا ہے اور اُن کو اُس مال میں
سے کھلاؤ اور پہناؤ اور اُن کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو۔

اس آیۃ شریفہ میں اُس شخص کا ذکر ہے جو کم سمجھ ہو اور اپنے معاملات معمولی
طور پر معمولی عقل و فہم کے انسان کی طرح نہ کر سکتا ہو۔

قرآنی قوانین دیوانی

اب قرآن کریم کے وہ احکام درج کئے جاتے ہیں جن کو زمانۂ حال میں قوانین دیوانی کہتے ہیں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں خدا نے جن احکام کا قرآن کریم میں بیان کرنا ضروری خیال فرمایا اُن کو تو قرآن کریم میں ارشاد فرمایا اور باقی احکام متعلق معاملات دیوانی تابع فرمان اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ سمجھنے چاہئیں۔ وہ احکام جو متعلق بہ معاملات دیوانی حدیثوں میں ہیں اور جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اُنکی شرح اور تفصیل ائمہ وقت اور علمائے اہل اسلام نے بڑی تفصیل سے لکھی ہے، صدہا جلدیں موجود ہیں اسکا نام علم فقہ ہے۔ میرے خیال میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جسکا ذکر علم فقہ میں نہو۔ علمائے اسلام نے بال کی کھال تک کھینچ ڈالی۔ از جزو تا کل قرآن کریم میں اور اگر قرآن کریم میں نہ ملے تو کتب حدیث و فقہ میں اور اُسمیں بھی کوئی امر دریافت طلب کا پتہ نہ چلے تو اولی الامر کے قانون میں بمجوائے فرمان واجب الاذعان اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پر عمل کرنا فرض ہے۔ اس آیۃ شریفہ کو میں اس سے پہلے کئی موقع پر لکھ چکا ہوں اس طرح متعدد اوقات اس آیت پر توجہ دلانے کی ضرورت اسوجہ سے ہوئی کہ لوگ یہ نہ خیال کریں کہ جملہ احکام قرآن میں یا حدیث میں کیوں نہیں تبلا دئے گئے۔

امانت کا قانون

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا (یقیناً اللہ حکم دیتا ہے تم لوگوں کو کہ اُن کی امانتیں ادا کردو جو اس امانت کے حقدار ہیں)۔ (نسار رکوع ۸)

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ ۝ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ o جو لوگ اپنی امانتوں کو ادا کرتے اور اپنے وعدہ کو ایفا کرتے ہیں وہ جنت کے وارث ہیں اُس میں ہمیشہ رہینگے" (سورہ مومنون ۔ رکوع ۱)

قرآنی قانون امانت کا یہی منشا ہے کہ ایک تو امانت کی حفاظت ہو اور خیانت نہ کیجائے اور دوسرے یہ کہ امانت انہی کو واپس دی جائے جو اسکے حقدار ہوں کیونکہ بعض اوقات امانت رکھنے والے مرجاتے ہیں تو غیر مستحق لوگ وایسی امانت کا مطالبہ کرتے ہیں اسلیئے حکم ہوتا ہے کہ اچھی طرح تحقیق کرکے اصلی حقداروں کو امانت ادا کی جائے۔ (حسن نظامی)

ایلاء کا قانون

اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ میں ایک خاص مدت تک اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤنگا تو اسکو شریعت کی زبان میں ایلاء کہا جائیگا ۔ اس کے تفصیلی احکام تو فقہ کی کتابوں میں ہیں ۔ یہاں صرف اصولی حکم قرآن مجید درج کیا جاتا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایلاء کی میعاد چار ماہ ہے۔ اسکے بعد طلاق ہو جائے گی ۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (سورہ بقرہ ۔ رکوع ۲۰) جن لوگوں نے اپنی عورتوں کو ایلا کیا وہ عورتیں چار ماہ انتظار کریں ۔ پس اگر (چار ماہ کے اندر شوہر) رجوع کرلے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

ایلاء عورت کے پاس جانے سے قسم کھالینے کو کہتے ہیں ۔ اگر شوہر چار ماہ تک عورت کے پاس نہ جائے تو "طلاق" پڑجائے گی بعض کا قول ہے کہ عورت کے پاس جانے کی قسم کھانے کے بعد شوہر چار ماہ تک عورت سے مقاربت نہ کرے تو قاضی شوہر کو مجبور کرے گا کہ یا تو طلاق دے یا عورت سے مقاربت کرے۔

گود لینے کی مُمانعت

اسلام میں گود لینا جائز نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے۔ مَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ (سورۂ احزاب رکوع ۱) تمہارے لے پالکوں کو اللہ نے تمہارا بیٹا نہیں کیا یہ تو تم اپنے منہ سے بیٹا کہا کرتے ہو مگر اللہ سچ اور راستہ کی بات کہتا ہے، اُنکو پکارو اُن کے باپوں کا بیٹا کہا کرو کہ یہ بہت انصاف کی بات ہے پس اگر نہ جانو تم اُن کے باپوں کو پس وہ بھائی ہیں تمہارے دین میں اور تمہارے پروردہ"

تول اور ناپ کا حکم

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (سورۂ رحمٰن رکوع ۱) وزن انصاف کے ساتھ قائم کرو، اور تولنے میں نقصان نہ دو"

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ (سورۂ ہود۔ رکوع ۸) ناپ اور تول کو برابر پورا کرو" یعنی جو چیزیں تول کر فروخت کی جاتی ہیں اُن کو تولنے کے وقت پورا پورا تولو، کم نہ تولو۔ اور جو چیزیں ناپ کر دیجاتی ہیں جیسے کپڑا وغیرہ تو ناپنے میں بھی کم نہ ناپو۔

تجارت کے احکام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (سورۂ نساء۔ رکوع ۵) اے مسلمانو! تم اپنے آپس کے مال جھوٹ کہہ کر مت کھاؤ مگر تجارت جو تمہارے آپس کی رضامندی سے ہو وہ جائز ہے

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ (سورۂ مؤمن رکوع ۹) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چار پائے پیدا کئے کہ تم انکو کھاؤ اور اُن پر سواری کرو اور اُن میں تم کو فائدے ہیں اور پہنچو اُن پر اپنے مقصود کو

جو تمہارے دلوں میں ہیں اور اُن پر اور کشتیوں جہازوں پر تم سوار کئے جاتے ہو"

اس آیۃ شریفہ سے صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ خدا نے تمہارے لئے چارپائے پیدا کئے تاکہ تم اُن کو کھاؤ بھی اور اُن پر سوار ہوکر اور جہازوں پر سوار ہوکر دوسرے ملکوں کو جاؤ اور اپنے مقاصد کو حاصل کرو۔ مثلاً کوئی چاہے کہ میں فلاں ملک میں جاکر فلاں خاص قسم کی تجارت کروں جو شرعاً ممنوع نہ ہو تو وہ ہر قسم کی تجارت کرسکتا ہے اور اگر کسی کا مقصود ہو کہ میں فلاں فن یا علم حاصل کروں تو اُس کو خدا خدا نے اجازت دی ہے کہ جہازوں پر سوار ہوکر چاہے یورپ کو جاؤ چاہو جاپان جاؤ اور اپنے فائدے کے لئے جو ارادے تمہارے ہیں اُن کو پورا کرو۔ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ " اور پہنچو اپنی حاجتوں اور مقصود کو جو تمہارے دلوں میں ہیں " یہ الفاظ ہر قسم کا فن اور علم سیکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر کرنا چاہئے کہ ہم کو کسی علم اور فن کے سیکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی۔ ہم علوم اور فنون سیکھ کر دنیا کی اقوام سے دنیوی امور میں بھی سب سے آگے رہ سکتے ہیں

قریب قریب ان ہی الفاظ کے ساتھ سورۂ فاطر رکوع ۲۔ اور سورۂ فرقان رکوع ۵۔ اور سورۂ جاثیہ رکوع ۲۔ اور سورۂ روم رکوع ۵ میں بھی آیات ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو علوم و فنون سیکھنے اور ملک بہ ملک جاکر تجارت کرنے اور اپنے مقاصد اور حاجتوں کو حاصل کرنے کی قرآن پاک میں جابجا تاکید اور اجازت عطا ہوئی ہے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جو دوسرے علوم اور فنون کے سیکھنے سے بروئے قرآن اپنے آپ کو ممنوع سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ ان اشیاء کی تجارت البتہ ممنوع ہے کہ جن کی حرمت میں نص صریح موجود ہے۔ مثلاً خنزیر کی تجارت، یا شراب کی تجارت، یا قمار بازی کے پیار مثلاً لاٹری۔ گھوڑ دوڑ وغیرہ کرنا۔

ترکہ کے احکام

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَھُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَہٗٓ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ فَاِنْ کَانَ لَہٗٓ اِخْوَۃٌ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْ بِھَآ اَوْ دَیْنٍ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝ وَلَکُمْ نِصْفُ مَا تَرَکَ اَزْوَاجُکُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ کَانَ لَھُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْنَ بِھَآ اَوْ دَیْنٍ وَلَھُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَدٌ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ تُوْصُوْنَ بِھَآ اَوْ دَیْنٍ وَاِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ کَلٰلَۃً اَوِ امْرَاَۃٌ وَّلَہٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ فَاِنْ کَانُوْٓا اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَھُمْ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ اَوْ دَیْنٍ غَیْرَ مُضَآرٍّ وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ (سورہ نساء۔ رکوع ۲)

" اللہ حکم دیتا ہے تم کو تمہاری اولاد میں مرد کو حصہ برابر دو عورت کے۔ پھر اگر ہو دیں صرف عورتیں دو سے اوپر تو اُن کو دو تہائیاں جو (مرنے والے نے) چھوڑا اور اگر ایک ہے تو اسکو آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو دونوں میں چھٹا حصہ اُس مال سے جو چھوڑ گیا اگر میت کے اولاد ہے۔ پھر اگر اسکو اولاد نہیں اور وارث ہیں اُسکے ماں باپ تو اُس کی ماں کو تہائی۔ پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اُس کی ماں کو چھٹا حصہ۔ بعد وصیت (کے نافذ کرنے) اور قرض کے ادا کرنے کے۔ تمہارے باپ (ہوں) یا تمہارے بیٹے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے لئے ان میں سے کون زیادہ مفید ہے اللہ کیطرف سے مقرر کر دی گئی ہے بیشک اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے۔ اور تم کو اُسکا نصف ملیگا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ مریں بشرطیکہ اُن کی کوئی اولاد نہو اور اگر اُن کے اولاد ہو تو تم کو

اُن کے متروکہ میں سے چوتھائی ہے بعد اُس وصیت کے ہے جسکو وہ کہہ مری ہوں اور قرض کے ادا کرنے کے بعد۔ جو مال تم چھوڑ جاؤ اُسمیں سے تمہاری بیبیوں کو چوتھائی ہے بشرطیکہ تمہارے کوئی اولاد نہو اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو اُن کو تمہارے متروکہ میں سے آٹھواں حصّہ ملیگا اُس وصیت کے بعد جسکو تم کہہ مرو اور قرض ادا کرنے کے بعد۔ اور اگر کوئی مورث مرد یا عورت کلالہ اور اُسکے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصّہ ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہیں بعد اُس وصیت کے جو کیجائے اور قرض ادا کرنے کے بعد بشرطیکہ وہ وصیت ضرر پہنچانے والی نہ ہو۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے"

چونکہ متروکہ کے متعلق کتابیں کثرت سے موجود ہیں لہذا مجھے اُن سب کی صراحت یہاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہ بیان کرنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے آخر میں جو لفظ کلالہ ہے اُس سے مراد بالاتفاق اخیافی بھائی بہن ہیں۔ وہ بھائی جو ایک ماں اور ایک باپ سے ہوں اُن کو بنوالاعیان کہتے ہیں اور جن کی ماں ایک مگر باپ دو ہوں اُن کو اخیافی کہتے ہیں اور جب باپ ایک اور دو مختلف عورتوں کے بطن سے اولاد ہو تو وہ علاتی بھائی بہن کہلاتے ہیں۔

آیات بالا سورۂ نساء کی ہیں اور اسی سورۃ کے آخر میں یہ حکم ہے:-

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ (اے محمد!) کہدے کہ اللہ تمھیں کلالہ کے لئے فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی مرجائے مرد اور اُسکے کوئی اولاد نہو اور اُسکی ایک بہن ہو تو اُس کو اُسکے متروکہ کا نصف ہے (اور اگر کوئی عورت مرجائے اور اُسکا بھائی زندہ ہو تو) وہ اُسکا وارث ہوگا

بشرطیکہ اُس (کی بہن) کے اولاد نہو۔ اور اگر کسی کی دو بہنیں ہوں تو اُن دونوں کو اُس (بھائی) کے متروکہ سے دو تہائی ہے اور اگر وارث کئی ہوں مرد اور عورتیں تو مرد کو دو عورتوں کے حصّہ کے برابر (استحقاق) ہے"۔

مولائے مُوالات اور قرابتدارحین کے لئے حصّہ معیّن نہیں ہے اور محتاجوں کے لئے ملاحظہ ہوں نقرات ۲۳ و ۲۵ باب اول کتاب ہذا۔

جھوٹی مخبری

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ (سورہ حجرات رکوع ۵) اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہو کہ لاعلمی کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے"۔

جھوٹ کہنے کی ممانعت

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ (حج۔ رکوع ۴) احتراز کرو جھوٹ کہنے سے"۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ (سورہ بقر رکوع ۲) اور اُن کو جھوٹ بولنے کی سزا میں دُکھ کی مار پڑیگی"

جھوٹا حلف

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (سورہ بقر۔ رکوع ۲۸) اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں کی بابت تم سے بازپرس نہ کریگا لیکن (اُن قسموں کی بابت) جو تمہارے دلوں نے کمایا خدا اُن کو پکڑے گا"۔

اسی مضمون کی اور آیات بھی ہیں جیسے قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (سورہ تحریم رکوع ۱) اللہ نے لغو قسموں کے توڑنے کی اجازت دی"۔

حلف

لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورہ بقر رکوع ۲۸) اللہ کو تم

یعنی روک مت بناؤ قسمیں کھا کر لوگوں میں نیکی اور پرہیزگاری اور ملاپ کرانے میں"
مطلب یہ ہے کہ لوگ قسم کھا جایا کرتے تھے کہ فلاں کام نہ کرینگے خواہ وہ کیسا ہی نیک کام اور لوگوں کے میل ملاپ سے متعلق ہوتا۔ اللہ نے ایسی لغو قسموں کو توڑ دینے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اللہ کو نیک کاموں میں رُکنے کے لئے روک مت بناؤ۔

حضانت کے احکام تحت رضاعت دیکھے جائیں۔

خلع اسکے احکام طلاق کے احکام کے ساتھ ملاحظہ کئے جائیں۔

رجعت رجعت کے احکام طلاق اور نکاح کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

رضاعت وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (سورۂ بقرہ۔ رکوع ۳۰) اور مائیں پورے دو برس تک دودھ پلائیں جو کوئی دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے۔ اور بچہ کے باپ پر اُن کا کھانا کپڑا ہے دستور کے مطابق کسی شخص کو اُسکی گنجایش سے زیادہ تکلیف نہ دیجائیگی۔ نہ ماں کو اُسکے بچہ کی وجہ سے نقصان دیا جائیگا نہ باپ کو اُسکے بچہ کی وجہ سے اور وارث پر ایسا ہی کھانا کپڑا ہے۔ پھر اگر ماں باپ دونوں اپنی صلاح اور رضامندی سے (دو برس سے پہلے) دودھ چھڑانا چاہیں تو کچھ گناہ اُن پر نہو گا۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو دوسری سے دودھ پلوانا چاہو تب بھی کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ جو دینا چاہا تھا وہ دستور کے مطابق دیدو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ رکھو کہ اللہ جو تم کروگے اُسکو دیکھ رہا ہے"

بعضوں نے بیان کیا ہے اُن ماؤں کے حق میں ہے جو مطلقہ ہوں۔ بعضوں نے کہا یہ آیت عام ہے۔ بہرحال جب بچہ کا باپ چاہے کہ اُسکی یعنی بچہ کی ماں ہی بچہ کو دودھ پلائے تو اُسکا کھانا کپڑا جب تک وہ دودھ پلائے دینا واجب ہے۔ دو برس کی قید انتہائی ہے اور اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے عقیدہ میں دودھ پلانے کی مدت ڈھائی برس تک ہے بدلیل آیت وَحَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ باقی سب علماء اسی آیۃ کی رو سے دو برس انتہائی مدت رضاعت کی خیال فرماتے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ اگر بچہ کے باپ میں مقدرت نہو کہ دودھ پلائی کا عوض دیسکے تو اس صورت میں ماں کو دودھ پلانا لازم ہے اور اگر حالت یہ ہو کہ بچہ سوائے اپنی ماں کے دوسری عورت کا دودھ نہ پیئے تب بھی ماں پر لازم ہے کہ بچہ کو دودھ پلائے اگر شوہر میں اُجرت دودھ پلانے کی اور نفقہ دینے کی مقدرت ہو تو اس آیت کی رو سے لازم ہے کہ بچہ کا باپ اُس بچہ کی ماں کی نفقہ اور اُجرت کا کفیل رہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۝ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ (سورہ طلاق رکوع ۱) (جن عورتوں کو تم طلاق دو) اُن کو اپنے مقدور کے موافق جہاں تم رہتے ہو وہیں رکھو اور اُن کو ستانے کے لئے تکلیف مت دو اور اگر وہ پیٹ سے ہوں تو حمل رکھنے تک اُن کو خرچ دو۔ پھر وہ عورتیں تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں تو اُنکی دودھ پلائی کا حق ادا کرو اور دستور کے موافق یہ ٹھہرالو اور اگر آپس میں ضد کرو تو کوئی دوسری عورت اُسکے بچہ کو دودھ پلائیگی۔ جس شخص کو مقدور

ہو وہ اپنے مقدور بھر خرچ کرے اور جسکی روزی تنگ ہو اُسکو جتنا خدا نے دیا ہو اُسکے موافق خرچ کرو۔"

ان احکام سے واضح ہے کہ اگر آپس میں خرچ کے مقدار کے تعین میں فیمابین عورت اور مرد کے اختلاف ہو، عورت زیادہ مانگے اور مرد کم دینا چاہے تو اسکا تصفیہ بحکم حاکم ہوگا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت مطلقہ کو ایام عدت تک نفقہ دینا ضرور ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک صرف مکان دینا ضرور ہے۔ اگر عورت حاملہ ہو تو زچگی ہونے تک اُسکو خرچ دیا جائیگا۔ اگر شوہر مرگیا ہو تو اُسکے مال سے عورت کو خرچ ملیگا اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ حکم اُسی صورت سے متعلق ہے جب حاملہ عورت کو طلاق دیجائے اور شوہر کی وفات کی صورت میں اُسکو شوہر کا متروکہ ملیگا لیکن خرچہ نہ ملیگا۔ سید علامہ کا بیان ہے کہ یہی بات حق اور حدیث کی رو سے صحیح ہے۔ اب اس مسئلہ کے متعلق اور کچھ مزید معلومات حاصل کرنے ہوں تو کتب حدیث و فقہ کو ملاحظہ فرمائیے اسلئے کہ نہ صرف اس موقع پر بلکہ اس تمام کتاب میں میں نے تو صرف قرآن کریم کی آیات بیان کر دی ہیں اور بعض مواقع پر کچھ تھوڑی سی صراحت اپنے خیال کے مطابق کر دی ہے۔

صلح زن و شوہر

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (سورۂ نساء رکوع ۱۸) اور اگر کسی عورت کو خوف ہو اپنے شوہر سے نافرمانی اور لاپرواہی کرنے کا تو اُنپر گناہ نہیں ہے کہ آپسمیں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے۔"

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (سورہ نساء رکوع ۱۸) اور اگر تم کو (زن و شوہر کے) نااتفاقی کا خوف ہو تو ایک

پنچ اُسکی عورت کی طرف سے اور ایک پنچ اُسکے مرد کی طرف سے مقرر کردو"
آیت مندرجہ بالا سورہ نسا ر رکوع ۱۸ کو حکم خلع بھی کہتے ہیں۔

طلاق کے احکام

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۹)

طلاق رجعی دو بار تک ہے (اُسکے بعد عورت کو پھر نکالنا نہ چاہیئے) خوش خوئی کے ساتھ رکھے یا نیک سلوک کے ساتھ رخصت کردے اور جو تم کوئی شئے اُن کو دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ واپس لینا جائز نہیں مگر جب دونوں کو خوف ہو کہ ہم حدود اللہ پر یعنی احکام خدا پر قائم نہ رہ سکینگے۔ اگر تمہیں ڈر ہو (اے مسلمانو) وہ دونوں اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکینگے تو اگر عورت مرد کو کچھ دیکر اپنا پیچھا چھڑالے تو ایسی اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور جو خدا کی حدود سے آگے بڑھتے ہیں وہی بے انصاف ہیں۔ پھر اگر تیسری بار عورت کو طلاق دیدے تو (عورت) اب اُسکے لئے حلال نہیں جبتک کہ دوسرے کسی مرد کے نکاح میں نہ آئے۔ پھر اگر یہ شوہر دوسرا بھی طلاق دیدے تو دونوں (یعنی پہلے خاوند اور اس عورت) پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ (نکاح کرلیں) پھر ملجائیں۔ بشرطیکہ یہ گمان ہو کہ ہم اللہ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ خدا کی حدیں ہیں اسکو اُن لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے جو سمجھ سکتے ہیں"

اس آیۃ میں طلاق رجعی اور طلاق بائن کا ذکر ہے ۔ دو طلاق تک تو طلاق رجعی رہتی ہے۔یعنی شوہر کو اپنی عورت کو اپنے پاس رکھ لینے کا اور اپنی طلاق کو واپس لے لینے کا اختیار ہے، لیکن تیسری طلاق کے بعد عورت پھر شوہر پر حلال نہیں رہتی ۔تین طلاق کو طلاق بائن کہتے ہیں ۔طلاق بائن کے بعد عورت مرد پر حرام ہوجاتی ہے اور جب تک پھر وہ عورت کسی غیر مرد سے نکاح کرکے اس سے طلاق نہ لے لے شوہر سابق اُس عورت سے نکاح بھی پھر نہیں کرسکتا ۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق بہت بڑی چیز ہے سزا اُس پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک دوسرا شوہر نکاح نہ کرے وہ عورت مطلقہ بہ طلاق ثلثہ شوہر اول پر حلال نہیں ہوتی ۔تفصیلی احکام الفاظ طلاق کیا ہونے چاہئیں اور کب تک شوہر رجوع کرسکتا ہے اور دوسرے ضروری احکام کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

مہر اور عدت کے احکام جو آئندہ لکھے جائینگے اُن کو بھی ملاحظہ فرمائیے اُن میں بھی طلاق کے بعض اور احکام ملیں گے۔

اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوۡا بَيۡنَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ (سورۂ بقرہ رکوع ۳۰) جب عورتوں کو طلاق ہوجائے پھر اُنکی عدت پوری ہوجائے تو اُن کو خاوندوں کے ساتھ نکاح کرلینے سے مت روکو، اگر دستور کے موافق آپس میں رضامندی ہوجائے۔

جب عورت کو طلاق ہوجائے اور عدت کے دن گذر جائیں تو پھر اُن کو نکاح کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے۔میرے خیال میں یہ آیت دونوں صورتوں سے متعلق ہے کہ شوہر سابق سے جسنے پہلے طلاق دی تھی اُس سے چاہیں پھر نکاح کرلیں یا اور کسی مرد سے نکاح کرلیں۔

فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (سورۂ طلاق رکوع ۱)

جب مدت عدت اُن عورتوں کی پوری ہو جائے تو پس رکھ لو اُن کو دستور کے موافق یا اُنھیں دستور کے موافق علیحدہ کر دو۔ اور دو پرہیزگاروں میں سے گواہ بنا لو اور اللہ کے واسطے گواہی دو۔"

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (سورۂ طلاق رکوع ۱) اے نبی (امت سے اپنی کہہ دو) کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو اُن کی عدت پر اُن کو طلاق دو اور عدت کو شمار کرتے رہو اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو اُن کو (عدت سے قبل) اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر جبکہ وہ کوئی صریح بےحیائی کا کام کریں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (سورۂ بقرہ رکوع ۳۱) جب تک تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو (ہم بستر نہ ہوئے ہو) اور نہ مہر معین کیا ہو اور عورتوں کو طلاق دیدو تو اُسکا تم پر کچھ گناہ نہیں اور اُن (مطلقہ عورتوں) کو فارغ البال کو اُسکی حیثیت کے مطابق اور تنگدست کو اُس کی حیثیت کے موافق سلوک کرنا لازم ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّا اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (سورۂ بقرہ رکوع ۳۱) اور اگر عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تم اور اُن کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو جو کچھ معین کیا ہے اُس کا آدھا دینا لازم ہے مگر یہ کہ عورتیں مہر معاف کر دیں یا وہ شخص جسکے اختیار میں عقد نکاح ہے (نصف حصہ کو) معاف کر دے (اور پورا پورا مہر دینے کو)

آمادہ ہو) اور اگر تم اپنا معاف کردو تو تم پرہیزگاری کے بہت قریب ہو اور آپس کے احسان کو مت بھولو۔"

سورۂ طلاق پارہ قدسمع اللہ میں احکام طلاق، نفقہ وسکنیٰ و رضاعت کے متعلق جو احکام ہیں اُن کو میں نے مختلف مقامات پر حسب موقع لکھا ہے، ضرورت کے وقت تلاش فرمالیجئے یا سورۂ طلاق کو خود ملاحظہ فرمالیجئے۔

ظہار

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔىْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ (سورۂ احزاب رکوع ۱) نہ تمہاری اُن بیبیوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری ماں بنایا۔"

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔىْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۝ جو لوگ تم لوگوں میں سے اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُنکی مائیں نہیں ہوجاتیں اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے اُن کو جنا اور بیشک ظہار کرنا بری بات ہے اور وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر جو کہا اسکے خلاف کرتے ہیں (سزا ئے اُنپر) ایک غلام کا آزاد کرنا قبل اسکے کہ دونوں یکجا ہوں (ضروری) ہے اسکی تم کو نصیحت کیجاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اُسکی خبر ہے۔ پھر جو کوئی (غلام) نہ پائے تو پے درپے دو ماہ کے روزے رکھے قبل اسکے کہ دونوں یکجا ہوں۔ پس جو کوئی اس کا مقدور نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھلائے۔"

ظہار میں امام اعظم رح کے نزدیک وہ الفاظ داخل ہیں جن میں اپنی بی بی کو کسی محرم

یعنی ماں بہن کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دیجائے جسکا دیکھنا جائز نہیں مثل سینہ پیٹ وغیرہ کے، نہ مثل منہ اور کف دست کے۔ مثلاً یوں کہے کہ تو میرے لئے ایسی ہی جیسے میری ماں کا پیٹ۔ اس قسم کی قسمیں عرب کے لوگ کھایا کرتے تھے اور وہ عورت اُس مرد کیلئے حرام سمجھی جاتی تھی جسکی نسبت ظہار کیا جاتا تھا لیکن اُس رسم کو اللہ نے توڑا۔ البتہ اس طرح کے کہنے کی یہ سزا مقرر کی جو اوپر بیان کیگئی جب تک یہ سزا نہ بھگتے عورت سے قربت کرنا جائز نہیں ہے۔ تفصیلی احکام فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ کئے جائیں۔

عدت وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (سورہ بقر رکوع ۲۸)

مطلقہ عورتیں اپنی جانوں کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں۔ یعنی نکاح ثانی سے اپنے آپ کو روکے رہیں۔

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ (سورہ بقر رکوع ۲۸)

جو لوگ اپنی بیبیوں کے پاس جانے سے قسم کھا بیٹھتے ہیں یعنی ایلاء کرتے ہیں اُن کی بیبیوں کو چار ماہ (دوسروں سے نکاح نہ کرکے) انتظار کرنا لازم ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (سورہ بقر رکوع ۳۰) اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو عورتوں کو چار ماہ اور دس دن اپنے کو روکنا چاہئے پھر جب اپنی عدت پوری کر چکیں تو شریعت کے مطابق جو کچھ اپنے حق میں (مناسب ہو) کریں۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورۂ طلاق رکوع ۱) تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہوگئی ہوں (اُن کی عدت میں) اگر تم کو شبہ پڑے تو اُن کی عدت تین مہینے ہیں اور جن کو حیض نہ آیا ہو

اور پیٹ والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا بچہ جنیں۔"

عورتوں پر مردوں کو فضیلت

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ط وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا ۝ (سورہ نساء رکوع ۶) مرد عورتوں پر غالب ہیں بسبب اسکے کہ اللہ نے بعض بنی آدم (مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ انھوں نے (عورتوں پر) اپنا کچھ مال خرچ کیا ہو پس نیک عورتیں وہ اس فضیلت کو رکھتی ہیں اور اپنے شوہروں کی مطیع ہیں اور (اُنکی) عدم موجودگی میں خدا کی حفاظت سے اُن کے مال و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور وہ عورتیں جن کی سرکشی کا تمھیں خوف ہو تو (اُن کو) نصیحت کرو (اسکو نہ مانیں) تو اُنہیں اُنکی خوابگاہوں میں (تنہا) چھوڑ دو (اور اسپر بھی نہ مانیں تو) اُنکو مارو (بطور تنبیہ کے) پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو کوئی راہ اُنپر تلاش نہ کرو۔"

اس آیۂ شریفہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے فطرتاً مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ اگر عورت کی نافرمانی کا خوف ہو تو شوہر کو اختیار دیا گیا ہے کہ اوّلاً عورت کو نصیحت کرے، اگر نہ مانے تو اُس کو اُسکے سونے کے حجرہ میں تنہا چھوڑ دے اور اُسکے پاس نہ جائے اور اسپر بھی نافرمانی سے باز نہ آئے تو تنبیہاً مارنے کا حکم ہے۔ حدیث میں بھی حکم ہے لَا تَسْاَلِ الرَّجُلَ فِیْمَا ضَرَبَ امْرَاَتَہٗ۔ "اگر شوہر اپنی زوجہ کو مارے تو تم اُس سے مت سوال کرو"۔ مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی عورت کو مارے تو کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس سے دریافت کرے کہ تم نے کیوں مارا۔ مگر ہمارے شہر کی عدالت دارالقضاء بلدہ میں اکثر مقدمات شوہر پر اذیت دستی ولسانی کے نام سے

رجوع ہوتے ہیں اور اُن میں تحقیقات ہوتی ہے اور بعض مقدمات میں دیکھا گیا ہے کہ جب شوہر کی طرف سے دعویٰ طلب زوجہ کا ہوا تو عورتوں کی طرف سے یہ جوابدہی ہوتی ہے کہ شوہر مارتا ہے اُس سے ضمانت لیجائے۔ اگر ضمانت عدم ضرب رسانی کی دے تو عورت رخصت کرادی جائے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ خدا کے اور رسولِ اکرم کے ارشاد کے خلاف معمولی طور پر اگر شوہر نے عورت کو اُسکی نافرمانی اور بدزبانی کی وجہ سے مارا بھی تو کیوں اُس سے ضمانت لیجائے۔ ہر شوہر کو اختیار اُس مقنن اعظم نے دیدیا ہے جو سارے مقننین روئے زمین کا مالک ہے تو پھر اُسکے خلاف اگر عورت کو کوئی مرد تنبیہًا طمانچہ مارے یا ایک آدھ چھڑی بھی مار دے تو کیوں اس سے ضمانت لیجائے۔ البتہ اُس صورت میں ضمانت لیجا سکتی ہے کہ کوئی شوہر بدمعاشی اور شرارت سے عورت کو بلا وجہ مارے یا غصہ والا مرد ہے کہ ہر وقت عورت کو مارپیٹ کیا کرتا ہے یا نشہ باز ہے کہ نشہ کی حالت میں آکر عورت کو گالی گلوچ دیتا اور مارپیٹ کرتا ہے تو البتہ ان حالات میں مرد سے ضمانت لیجا سکتی ہے۔ شوہروں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کو آرام سے رکھیں اور اُن کو تکلیف نہ دیں۔ اور اگر عورت نافرمان اور بدزبان ہے تو پہلے اُسکو سمجھایا کرے اور نصیحت کرے اور اُسکے پاس نہ جائے۔ ہم بستری ترک کردے لیکن مارپیٹ نہ کرے۔ تمام ذرائع نصیحت وغیرہ بیکار ہوجائیں اور عورت نافرمانی سے باز نہ آئے تو تنبیہًا ایک آدھ طمانچہ یا چھڑی سے ماردے لیکن وحشیانہ طریقہ سے نہ مارے اور نہ ایسا مارے کہ وہ جرم کی حد تک پہنچے اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے، وہ اس غرض سے کہ شوہر کو ایک قسم کی برتری حاصل رہے اور عورت زیر فرمان شوہر رہے۔ (اس حکم کی تفسیر کتاب کے آخر میں کی گئی ہے اس کو غور سے دیکھئے)
حسن نظامی

عدل عورتوں کے ساتھ عدل کرنے کے احکام تحت عنوان نکاح دیکھے جائیں۔

عورت کے نفقہ کا حکم بھی تحت عنوان طلاق و نکاح اور رضاعت ملیگا۔

متعہ کا امتناع

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ (سورہ مومنون رکوع ۱ و معارج رکوع ۱) جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر سوا اپنی بیبیوں اور باندیوں کے جنکے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے ہیں انپر کوئی ملامت نہیں جس کسی نے انکے سوا ڈھونڈا ایسے ہی ظلم کرنیوالے ہیں۔

حضرات شیعہ متعہ کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس آیۃ میں صرف بیبیوں اور باندیوں کی اجازت ہے۔ دو طریقہ کے سوا وطی کا کوئی تیسرا طریقہ نہیں ہے۔

اس بحث کے متعلق آیات تحت عنوان نکاح ملاحظہ فرمائیے اُن آیات میں جا بجا الفاظ نکح کے درج ہیں یعنی فَانْكِحُوْا وَاَنْكِحُوا کے سوا کہیں فَامْتِعُوْا یا وَامْتِعُوْا نہیں ہے۔ یعنی یہ حکم ہے نکاح کرو مگر متعہ کرو کہیں بھی نہیں ہے۔ ہر آیۃ میں تقریباً یہ الفاظ بھی ہر جگہ ہیں مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ۔ نکاح کرو عورتوں کو قید میں لانے اور پاکدامنی کے لئے نہ مستی نکالنے کے لئے۔ متعہ میں یہ نیت ہوا کرتی ہے کہ مہینہ دو مہینے سال دو سال کے لئے شہوت رانی اور دفع ضرورت کے لئے عورت قبضہ میں لائی جائے۔ نکاح میں مدت غیر معین کے لئے قید میں لانے کی نیت ہوتی ہے وہ نیت متعہ میں نہیں ہوتی اس لئے متعہ کسی صورت میں جائز نہیں ہوتا بلکہ نکاح کی طاقت نہ ہو تو جب تک اللہ مستطیع نکردے اُسوقت تک انتظار کرنیکا حکم ہے۔ متعہ کی اجازت اُس حالت میں بھی نہیں ہے۔ اگر اللہ متعہ کو جائز قرار دیتا تو یہ موقعہ متعہ کی اجازت دینے کا تھا کہ نکاح کی طاقت نہونیکی صورت میں متعہ کرلیا جاتا لیکن خدا نے حکم دیا وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورہ نور رکوع ۴) اور اگر طاقت نہو نکاح کرنے کی تو اُسوقت تک انتظار کریں کہ اللہ اُن کو مالدار کردے۔"

معاہدات

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۝ (سورہ مائدہ رکوع ۱)

اے ایمان والو! ایفا کرو اپنے معاہدات کا۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ٥ (آل عمران رکوع ۸) بے شک جو کوئی ایفا اپنے عہد کا کرے اور پرہیزگاری کی پس اللہ دوست ہے پرہیزگاروں کا۔"

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ..... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورہ بقر رکوع ۲۲) جو ایفا کرتے ہیں اپنے معاہدوں کا جبکہ وہ عہد کر لیتے ہیں۔ یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔"

مہر

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـــًٔا مَّرِيْٓـــــًٔا ٥ (سورۂ نساء رکوع ۱) اور عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی سے دو پھر اگر وہ عورتیں اُس میں سے بخوشی تمھارے لئے کچھ چھوڑ دیں تو اُس کو شوق سے خوش ہو کر کھاؤ۔"

دوسرے احکام اسی باب میں تحت عنوان طلاق اور نکاح ملاحظہ کیجئے۔ سورہ بقرہ رکوع ۳۱ و نساء رکوع ۱ و ۴ و احزاب رکوع ۶ و نور رکوع ۱ میں بھی احکام مہر کے متعلق ہیں جو مختلف فصلوں میں اسی باب کے درج ہیں۔

نکاح

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ٥ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَاۗىِٕكُمْ وَرَبَاۗىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَاۗىِٕلُ اَبْنَاۗىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ (سورۂ نساء رکوع ۴) (اے مسلمانو!) جن عورتوں سے تمہارے باپ (دادا) نکاح کر چکے

ہوں اُن سے تم نکاح نہ کرو مگر یقیناً جو گذر چکا ہے۔ وہ بڑا ناپسند اور بُرا طریقہ ہے۔ تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں (یہ سب) تم پر حرام ہیں اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری حمایت میں ہیں تمہاری عورتوں (کے پیٹ) سے جن سے تم ہمبستر ہو چکے ہو (گو وہ تمہارے نطفہ سے نہیں حرام ہیں) اگر تم اُن کے ساتھ ہم بستر نہ ہوئے ہو تو (اُن کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کچھ نہیں اور تمہاری اُن لڑکوں کی بیبیاں جو تمہاری پشت سے ہوں (وہ بھی تم پر حرام ہیں) اور دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھنا بھی حرام ہے مگر جو گذر چکا معاف ہے "

حضرات شیعہ جس آیہ کی رو سے متعہ کو جائز کہتے ہیں وہ یہ ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (نساء رکوع ۴)

اور شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جو تمہارے قبضہ میں آئیں (جہاد میں یا خریدی ہیں) جنکی حرمت تمہارے اوپر لکھدی گئی ہے اُن کے سوا تمہارے لئے جائز ہے بشرطیکہ اپنے مال (مہر) کے بدلے میں (نکاح کرنا) چاہو اور (ہمیشہ کے لئے) قید

(نکاح) میں رکھنے کا ارادہ کرو نہ نفس پرستی کا۔ پھر وہ عورتیں جن سے تم نے لطف (صحبت) اُٹھایا ہو تو اُن کے مہر جو مقرر ہو چکے ہیں اُنہیں دیدو اور مہر مقرر ہونے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے اُس مقدار کو مبدل کرو تو اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ دانا حکمت والا ہے اور تم میں سے جو کوئی مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ اُن مسلمان لونڈیوں سے (نکاح کرلیں) جو تمہارے قبضہ میں ہیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے اور اس طرح تم ایک دوسرے سے (متحد) ہو۔ پھر اُن لونڈیوں سے نکاح کرو تو اُن کے مالکوں کی اجازت سے اور اُنہیں اُن کے مہر دستور کے موافق ادا کرو اگر انہیں لونڈیوں سے نکاح کرو جو پاکدامن ہوں نہ بدکار اور (نہ درپردہ لوگوں کو) آشنا بناتی ہوں۔ پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور اُسکے بعد پھر کوئی بُرا کام کریں تو آزاد عورتوں کی نصف سزا اُن کے لئے ہوگی"

وَ یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْہِنَّ وَمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَہُنَّ مَا کُتِبَ لَہُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْہُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِہٖ عَلِیْمًا ہ (سورہ نساء رکوع ۱۹) (اے نبی!) لوگ تم سے یتیم عورتوں سے (نکاح کے متعلق) دریافت کرتے ہیں کہدو اللہ تمہیں اُن کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور تمہیں کتاب میں پڑھکر سنایا جاتا ہے اُن یتیم عورتوں کے حق میں (قطعی فیصلہ ہو چکا ہے) جنہیں تم اُن کا وہ (حق مہر میراث وغیرہ) حق جو تم پر فرض کر دیا گیا ہے نہیں دیتے اور چاہتے ہو کہ اُن سے نکاح کرلو اور کمزور بچوں کے بارہ میں (حکم دیا جاتا ہے) وہ یہ ہے کہ یتیم (حقوق ادا کرنے) کے لئے انصاف پر قائم رہو اور جو کچھ تم کرو گے بیشک اللہ اُس سے واقف ہے"

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

(سورۂ نسار رکوع ۱) اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرکے اُن کے حق میں انصاف نہ کرسکوگے تو دو دو تین تین چار چار عورتوں سے جو تمہیں بھلی معلوم ہوں نکاح کرلو پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ (کئی عورتوں میں) تم انصاف نہ کرسکوگے تو پھر تمہارے لئے بس ایک ہی کافی ہے یا لونڈی یعنی جسکے مالک تمہارے ہاتھ ہوئے"

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

(سورۂ نسار رکوع ۱۹) اگرچہ تم بہت چاہو (کئی بیبیوں میں) ہرگز عدل نہ کرسکوگے (یعنی سب کے حقوق برابر بالکل مساوی ادا کرتے میں) پس (ایک ہی کی طرف) ہمہ تن مائل ہوجاؤ اور دوسری کو معلق چھوڑ دو۔ اگر آپس میں صلح کرلو اور اللہ سے ڈرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس حکم قرآن مجید کو کتب فقہ میں تفصیل سے پڑھنا ضروری ہے لوگ اس کے نہ سمجھنے سے بہت مغالطہ میں ہیں

(حسن نظامی)

مشرکہ سے نکاح کی ممانعت

ملاحظہ ہو سورۂ بقر رکوع ۲۷، مسلمان کو زانیہ سے نکاح کی ممانعت سورۂ نور رکوع

یتیم کے متعلق

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا (سورۂ نسار رکوع ۱)

جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ سوا اسکے نہیں کہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَھُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا (سورۂ نسار رکوع ۱) اور یتیموں کو اُن کے مال دیدو (جب بالغ ہوجائیں) اور حرام مال کو حلال کے ساتھ نہ بدلو اور اُنکے

مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ نہ کھاؤ۔ بیشک یہ بڑا گناہ ہے"۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ (سورہ نساء رکوع ۱) اور یتیموں کو آزمایا کرو یہانتک کہ جب وہ زمانہ رشد انکاح کو پہنچ جائیں پھر اگر تم اُن میں حسن تدبیر دیکھو تو اُنکے مال) اُن کے حوالہ کردو اور اُسکو فضول (خرچ کرکے) نہ کھاؤ اور اس جلدی میں کہ کہیں یہ (یتیم) بڑے ہو جائیں (تو ہم سے مال لے لینگے) اور (اُن میں) جو مالدار ہو تو (اُسے) چاہیئے الگ رہے اور جو محتاج ہو تو اچھی طور سے کھائے۔ جب اُن کے مال (اُن کے) حوالہ کردو تو اُن پر گواہ کرلیا کرو"۔ تمت۔ عبدالرحیم سلیم

عورتوں کو مارنے کی متعلق جو حکم قرآن مجید میں ہے اس کا منشا آج کل بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔ اور لائق مولف رسالہ ہذا کو بھی قدرے غلط فہمی ہوئی۔

اسلام کے مخالف انہی غلط فہمیوں کے سبب کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کے سامنے جانور کی طرح ذلیل و بے وقعت کر دیا ہے۔

حالانکہ اس حکم کا منشا یہ نہیں ہے بلکہ چونکہ عورت کی حفاظت عفت و عصمت و اصلاح خصائل کی بہت ضرورت تھی اس واسطے تاکیداً مارنے کا لفظ فرمادیا گیا۔ کہ زبانی نصیحت اور ترک تعلق کے بعد بھی اصلاح نہ ہو تو مارنا چاہیئے۔ مگر آجکل اکثر مرد بغیر ابتدائی نصیحت و ترک تعلق کی تہدید کے بے تحاشہ مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بات از حد خراب اور خلاف منشاء پروردگار ہے ایسے مردوں کو ضرور قانونی سزا ملنی چاہیئے۔

(حسن نظامی)